AFKĀR Volume: 3, Issue: 1, June 2019

OPEN ACCESS
AFKĀR
ISSN 2616-8588 (Online)
ISSN 2616-9223 (Print)
afkar.com.pk; iri.aiou.edu.pk

Scan for download

قرأت قرآنیہ میں تفسیرِ ابی سعود کا منہج

Methodology of Tafsīr Abī Sa'ūd about 'Ilm Al-Qirā'at (Variants)

Waqas Ahmed Khan
Doctoral Candidate
Department of Islamic Learning
University of Karachi, Karachi

Dr. Muhammad Atif Aslam Rao
Assistant Professor
Department of Islamic Learning
University of Karachi, Karachi
Email:dratifrao@uok.edu.pk

ABSTRACT

Holy Qur'ān is the primary source of Islamic Law. It has a wide horizon of sub-fields and multiple branches of knowledge. One of the most significant fields of the Qur'ānic Sciences is 'Ilm Al-Qirā'at (The Science of Qur'ānic Variants). It stands for the recitation of the Holy Qur'ān in various styles and certain accents. It also relates to the methodology and approaches of the Qur'ānic recitation. This study examines the methodology of Interpretation of Qur'ānic verses according to variants described in Tafsīr Abī Sa'ūd. Qaḍi Abū Sa'ūd Al 'Imādī (894-982 AH) spends a great deal of effort explaining the eloquence and miraculous construction of Qur'ānic expressions. He also mentions variant recitations where they further explain the verses. This paper explicitly details the methodology of Tafsīr Abī Sa'ūd related to 'Ilm Al-Qirā'at (Qurānic Variants).

Keywords: *'Ilm Al-Qirā'at, Qur'ānic Variants, Qaḍi Abū Sa'ūd Al 'Imādī, Tafsīr Abī Sa'ūd, Qur'ānic Expressions.*

CC BY

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قرآنِ کریم اسلام کا صرف بنیادی قانون، دستور اور اساس ہی نہیں بلکہ اپنی ذات میں ایک معجزہ بھی ہے جو اپنے الفاظ اور معانی دونوں ہی کے لحاظ سے شانِ اعجاز رکھتا ہے۔ جس طرح مخلوق اس بات سے عاجز ہے کہ الفاظ کی تراکیب، اجزائے کلام کی ترتیب اور اندازِ بیان کی فصاحت کے لحاظ سے قرآنِ کریم کی مثل لا سکے۔ اسی طرح مخلوق کے لیے یہ بھی ناممکن ہے کہ ہدایت کے کمال، احکام کی جامعیت، علوم و معارف کی گہرائی اور مضامین کی ہمہ گیریت کی نسبت سے قرآن مجید کی نظیر پیش کر سکے۔

علم القرأت قرآن کریم کے متعلقہ فنون میں اہمیت رکھتا ہے جس کے سبب ہر دور میں قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے میں مدد ملتی رہی ہے، مختلف اہلِ علم نے اس فن میں اپنی تحقیق سے کئی شبہات کا ازالہ کیا اور اس فن کے ذریعے افہام و تفہیم کو آسان بنایا ہے۔ چناں چہ اس ضمن میں تفسیر ابی سعود میں بھی مختلف مناہج اختیار کیے گئے ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ میں قرأت قرآنیہ میں تفسیر ابی سعود کے منہج کو زیرِ بحث لایا جائے گا۔ اس مقالہ کے اجزائے ترکیبی درج ذیل ہیں:

قرأت کا مفہوم و اہمیت

تفسیر ابی سعود و مفسر کا تعارف

قرأت قرآنیہ میں تفسیرِ ابی سعود کا منہج

قرأت کا مفہوم و اہمیت:

قرأت کا مفہوم علامہ عبد العظیم الزرقانی اپنی کتاب "مناہل العرفان فی علوم القرآن" میں یوں بیان کرتے ہیں کہ

"قراءات لفظ قراءۃ کی جمع ہے جو کہ قراء کا مصدرِ سماعی ہے۔ اصطلاح میں اسسے مراد قرآنِ کریم کے الفاظ کی ادائیگی کا وہ طریقہ ہے جسے ائمہ قرأت میں سے کسی امام نے اختیار کیا ہو اور وہ طریقہ دیگر ائمہ سے مختلف ہو۔"[1]

ایک طویل حدیث جسے حضرتِ عمر روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ[2]

بے شک یہ قرآن سات حرفوں پر اتارا گیا ہے، پس جو آسان ہو اس میں پڑھو۔

اختلافِ قراءات کا سبب یہ ہے کہ صحابہ کرام نے قرآن مجید کو نبی کریم ﷺ سے مختلف انداز میں اخذ کیا۔ ان میں سے بعض نے قرآن کو ایک حرف یعنی قرأت کے ساتھ اخذ کیا۔ بعض نے دو حرفوں کے ساتھ اور بعض نے دو سے زیادہ حرفوں یعنی قرأتوں کے ساتھ اخذ کیا۔ پھر یہ مختلف علاقوں میں آباد ہوئے تو یوں اس اختلافِ قرأت کو صحابہ سے تابعین نے اور ان سے تبع تابعین نے اخذ کیا۔ پھر مشہور ائمہ قراء تک یہ مسئلہ پہنچا جنہوں نے اپنی زندگیاں قرأتِ قرآن کے لیے وقف کر دیں تھیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ یہ اختلافِ قرأت سبع احرف کے اندر ہے جو منزل من اللہ تعالیٰ ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ یا قراء کی طرف سے نہیں ہے۔[3]

قرأت قرآن کی اہمیت کا اندازہ اللہ کریم کے اس حکم سے بہ خوبی لگایا جا سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فرائض منصبی کو بیان کرتے ہوئے "تلاوت" کو سب پر مقدم رکھا گیا۔ اسی طرح آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بعثت رسول کی دعا کی تو ان کی ذمہ داریوں میں سب سے پہلے تلاوت کو ذکر کیا۔ قرآن مجید کے حقوق میں سے اہم حق اس کی تلاوت ہے اور تلاوت کو افضل الاذکار قرار دیا گیا ہے۔

قاضی ابو سعود کا تعارف

آپ کا نام محمد بن محیّ الدین محمد بن مصطفی العمادی الحنفی ہے اور آپ ابو سعود آفندی کے نام سے مشہور ہیں۔ بعض مصادر میں آپ کے نام کی جگہ صرف کنیت ذکر کی گئی ہے۔[4] حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں آپ کا نام احمد بھی ذکر کیا ہے۔[5]

آپ استنبول کے جلیل القدر اساتذہ کے زیرِ سایہ پروان چڑھے۔ ابن القاضی نے ذکر کیا ہے کہ آپ اہلِ استنبول میں سے تھے۔[6] قاضی ابو سعود نے جس گھرانے میں پرورش پائی وہ علم و فضل میں معروف تھا۔ آپ کے والد محی الدین محمد اپنے زمانے کے جلیل القدر علماء میں سے تھے۔[7] وہ 22 شعبان 952ھ/29 اکتوبر 1545ء کو قسطنطنیہ کے مفتی اور شیخ الاسلام کے منصب پر فائز ہوئے اور مسلسل تیس سال اپنی وفات تک اس منصبِ جلیلہ پر فائز رہے۔[8] آپ کی وسعتِ علمی کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اگر کوئی سوال نظم میں ہوتا تو اسی وزن و قافیہ میں اس کا منظوم جواب لکھتے اور اگر سوال مسجع نثر میں ہوتا تو جواب بھی اسی انداز سے تحریر فرماتے۔ سائل ترکی، عربی، فارسی جس زبان میں سوال کرتا اسی میں جواب ارشاد فرماتے تھے۔[9] 5 جمادی الاول 982ھ/23 اگست 1574م اتور کی شب تہجد کے وقت آپ نے وفات پائی۔[10] آپ کے جنازے میں کثیر تعداد میں علماء، سیاسی زعماء اور عوام نے شرکت کی۔ مولی سنان محشی نے جامع سلطان محمد میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ کے مزار کے قریب مقبرے میں دفن کیا گیا۔[11]

صاحبِ عِقد المنظوم آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

> ''آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کا تذکرہ جمیل شرق و غرب میں پھیلا ہوا ہے، آپ علم و فضل میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے الغرض کہ الفاظ میں آپ کے شرف و کمالات کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔''[12]

تفسیر ابو سعود کا تعارف

قاضی ابو سعود نے تدریس، قضاء اور افتاء کے امور میں مصروف رہنے کے باوجود تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں ہیں۔ آپ کی تفسیر ''ارشاد العقل السليم الى مزايا الكتاب الكريم'' آپ کی شاہکار تالیف ہے۔

تفسیر کے مقدمہ میں آپ نے اس تالیف کا مدعا خود ہی بیان کیا ہے کہ قرآنِ کریم کی فصاحت و بلاغت اور ندرت بیانی سے لوگوں کو آگاہ کرنا اور دیگر تمام کتب پر کلام اللہ کی حقانیت کو ثابت کرنا۔ اس سلسلے میں آپ نے تفسیر کشاف و انوار التنزیل سے خوب استفادہ فرمایا ہے۔ آپ کی اس شاہکار تالیف کا مطالعہ کرنے سے یہ بات پوری طرح عیاں ہوتی ہے کہ آپ نے عبارت کی دلکشی و دلآویزی کا خوب اہتمام کیا ہے۔ بالخصوص آپ نے قرآن کریم کے نظم و اسلوب کے سرّ اعجاز اور بلاغی پہلو کو اجاگر کرنے کی حتی المقدور سعی فرمائی ہے۔ فصل و وصل، ایجاز و اطناب، تقدیم و تاخیر نیز اعتراض و تذییل کا بھی خوب اہتمام فرمایا ہے۔ قرآنی ترکیب جن دقیق و عمیق معانی کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتی ہے اس کے اظہار و بیان کا خصوصی خیال رکھتے ہیں۔ یہ ایک ایسا وصف ہے جو اسی شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جو عربی زبان کی باریکیوں سے پوری طرح آگاہ و آشنا ہو۔ اس میں شک نہیں کہ مؤلف اس پہلو میں سب مفسرین سے سبقت لے گئے ہیں۔ اس میں تفسیر کو غیر ضروری امور کے ساتھ مخلوط نہیں کیا گیا۔ بعد میں آنے والے مفسرین کے لیے یہ ایک اہم مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس تفسیر کو دار الکتب العلمیہ بیروت نے 4160 صفحات پر مشتمل آٹھ خوبصورت جلدوں میں تخریج کے ساتھ شائع کی ہے۔

ڈاکٹر محمد حسین الذاہبی التفسیر و المفسرون میں رقم طراز ہیں:

''یہ حقیقت ہے کہ یہ تفسیر حسن صوغ اور جمالِ تعبیر کی وجہ سے بے مثال ہے۔صاحبِ تفسیر نے اس میں قرآن مجید کے بلاغی اسرار سے پردہ ہٹایا ہے۔کثیر علماء نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ یہ تفسیری میدان میں ایک بہترین اضافہ ہے۔''[13]

علامہ احمد بن محمد ادنروی طبقات المفسرین میں لکھتے ہیں:

''تفسیرارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن العظیم کشاف و بیضاوی کی مثل کامل ترین تفسیر ہے۔اور اس پر علامہ شیخ رضی الدین بن شیخ یوسف نے عمدہ حاشیہ تحریر کیا ہے۔''[14]

قراءاتِ قرآنیہ میں تفسیرِ ابو سعود کا منہج واسلوب

علامہ ابو سعود نے قراءاتِ قرآنیہ کو ذکر کرنے میں ایک مخصوص منہج واسلوب نہیں اپنایا۔بلکہ آپ نے تفسیری نکات اور نحوی توجیہات میں قرأت سے مدد لی ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے قرأتِ قرآنیہ کو پیش کرنے میں چار مختلف انداز اپنائے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:

1۔آپ آیت میں مذکور کامل قرأت کے علاوہ تمام قراءات کی توجیہ کرتے ہیں۔

اس کی چند امثلہ درج ذیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ''[15]

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں علامہ ابو سعود لفظ ''بدیعُ'' کی مختلف قراءات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''بدیعُ'' کے لفظ کو نصب کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے مدح کے طور پر اور ''لہ'' میں ضمیر سے بدل کے طور پر جر کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اس کی رائے کے موافق جس نے ضمیرِ مجرور سے بدل کو جائز قرار دیا ہے۔[16]

جمہور کی قرأت رفع کے ساتھ ہے اور نصب کی قرأت منصور کی ہے۔[17] اور جر کی صالح بن احمد کی ہے۔[18]

علامہ ابو سعود نے نصب اور جر کے ساتھ مذکور قراءات کی توجیہ بیان کی ہے لیکن آیت میں مذکور جمہور کی قرأت کی کوئی توجیہ پیش نہیں کی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَ لِکُلٍّ وِّجۡہَۃٌ ہُوَ مُوَلِّیۡہَا فَاسۡتَبِقُوا الۡخَیۡرٰتِ ؕ اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یَاۡتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ''[19]

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابو سعود ذکر کرتے ہیں کہ ''ولکل'' یعنی اصل کلام ولکل امة من الامم تھا اس بنا پر کہ ''کل'' کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔''وجھۃ'' سے مراد قبلہ ہے اور اس کو بھی اسی طرح قبلہ رفع کی تنوین کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔یا کلام اس طرح ہوگا کہ ''لکل قوم من المسلمین جانب من جوانب الکعبة'' اور ''ھو مولیھا'' دو مفعولوں میں سے ایک محذوف ہے یعنی اصل کلام ''مولیھا وجھه'' یا ''اللہ مولیھا ایاہ'' ہے۔اور اس کو اضافت کے ساتھ ''ولکل وجھةٍ'' بھی پڑھا گیا ہے۔اس صرت میں معنٰی یہ ہوگا ''ولکل وجھة اللہ مولیھا اھلھا'' اور لکل میں لام تاکید کے لیے ہے جو عامل کی کمزوری کو پورا کرتا ہے۔اس کو مولّاھا بھی پڑھا گیا ہے یعنی

کلام یوں ہوگا "مولی تلک الجهةِ قد وَليها"[20]۔

علامہ ابو سعود نے یہاں "قبلة" کی قراءة کو "وجهة" کے کلمہ کی وضاحت میں پیش کیا ہے۔ایک قرأت "ولكل وجهةٍ" اضافت کے ساتھ ذکر کی ہے اورمعنٰی یہ بیان کیا ہے کہ "ولكل وجهة الله موليها اهلها"۔ایک قرأت آپ نے "مولّاها" ذکر کی ہے اوراس کی تفسیر اس معنٰی کے ساتھ کی ہے کہ مولى تلک الجهةِ قد وَليها۔یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ علامہ ابو سعود کبھی قراءات کی توجیہ معنٰی کی خاطر ذکر کرتے ہیں اور کبھی لغة کی وجہ سے اور آپ تمام مذکورہ قراءات کا ذکر کرتے ہیں۔

2۔علامہ ابو سعود بعض مذکورہ قراءات کی توجیہ کرتے ہیں اور بعض کو ترک کردیتے ہیں۔

اس کی چند امثلہ درج ذیل ہیں۔

ارشادِ باری تعالٰی ہے:

"وَ رُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰہُمۡ عَلَیۡکَ مِنۡ قَبۡلُ وَ رُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡہُمۡ عَلَیۡکَ وَ کَلَّمَ اللّٰہُ مُوۡسٰی تَکۡلِیۡمًا"[21]

اس آیت کی تفسیر میں آپ ذکر کرتے ہیں کہ "ورسلاً" کو مضمر کلمہ اوحينا کی وجہ سے نصب دی گئی ہے اور معطوف علیہ اس کے ساتھ تشبیہ کے حکم میں داخل ہے جیسا اس سے پہلے ہے یعنی کلام یوں ہوگا وکما ارسلنا رسلانہ کہ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد "قد قصصناهم عليک" کے ساتھ اسکی تفسیر کی گئی ہے یعنی تقدیرِ کلام وقصصنا رسلاً نہیں ہے۔جس طرح انہوں نے کہا ہے اللہ تعالٰی کا فرمان قد قصصناهم پہلی صورت میں منصوب ہے رسلاً کی صفت ہونے کی بناپر،اور دوسری صورت میں اس کا اعراب میں کوئی محل نہیں ہے۔اس کو رفع کے ساتھ "رسل" بھی پڑھا گیا ہے۔[22]

مندرجہ بالا تفسیر میں علامہ ابو سعود نے ورسلا جو کے جمہور کی قراءات ہے۔[23] اس کی توجیہ بیان کی ہے جبکہ رسل رفع کی قراءات کا ذکر کیا ہے لیکن اس کی کوئی توجیہ ذکر نہیں کی اور یہ ابی ابن کعب کی قرأت ہے۔[24]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:

"اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا وَ الصّٰبِـُٔوۡنَ وَ النَّصٰرٰی مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ"[25]

اس آیت کی تفسیر میں ابو سعود فرماتے ہیں کہ "والصابئون" یہ مبتداء ہونے کی بناپر محلِ رفع میں ہے اور اس کی خبر محذوف ہے تقدیرِ کلام یوں ہوگی: ان الذين آمنوا والذين هادوا والنصارى حكمهم كيت وكيت....خلا انه وسط بين اسم ان وخبرها،تو یہ اس بات پر دلالت ہے صابئین کی گمراہی اور ان کے تمام ادیان سے پھرنے کے بعد ان کی توبہ اس صورت میں قبول ہوگی اگر ان کا ایمان صحیح اور عمل صالح ہو تو ان کے علاوہ دیگر لوگ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ آنے والا جملہ مبتداء مذکور کی خبر ہے اور انّ کی خبر مقدر ہے اور اس کو "والصابئين" بھی پڑھا گیا ہے اور "يا ايها الذين آمنوا والذين هادوا والصابئون" بھی پڑھا گیا ہے۔[26]

مذکورہ بالا تفسیر میں علامہ ابو سعود نے صرف جمہور قرأت "والصابئون"[27] کی وضاحت فرمائی ہے۔اس کے بعد آپ نے "والصابئين"

قرأت ذکر کی ہے اور یہ حضرت عثمان بن عفان، عائشہ صدیقہ، ابن مسعود، ابی ابن کعب، ابن جبیر، عاصم الجحدری، ابن محیصین ابن کثیر کی قرأت ہے۔[28] اس کی کوئی توجیہ ذکر نہیں کی اسی طرح آخر میں آپ نے ایک اور قرأت ''یاایھاالذین آمنوا والذین ھادوا والصابئون''ذکر کی ہے اور یہ ابن مسعود کی قرأت ہے۔[29] اس کی بھی کوئی توجیہ ذکر نہیں کی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ وَ مَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَ ضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ''۔[30]

اس آیت کی تفسیر میں آپ ذکر کرتے ہیں کہ ''لقد تقطع بینَکم'' میں ''بینُکم''کو فعل کے ظرف کی طرف مسند ہونے کی بناپر رفع کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے ''قوتل امامکُم وخلفُکم'' یا اسم کے درمیان فصل و وصل کے لیے رفع کے ساتھ پڑھا گیا ہے یعنی کلام یوں ہوگا تقطع وصلُکم، اور ''ما بینَکم'' بھی پڑھا گیا ہے۔[31]

اس تفسیر میں علامہ ابو سعود نے ''بینَکم'' نون کی نصب کے ساتھ قراءت ذکر کی ہے جو کہ جمہور کی قرأت ہے۔[32] اس کی کوئی توجیہ ذکر نہیں کی اور ''بینُکم'' کی رفع کے ساتھ قرأت کی توجیہ بیان کی ہے جو کہ ابن کثیر، ابن عمرو، ابن عامر، عاصم اور مجاہد کی قرأت ہے۔[33] آخر میں آپ نے ''مابینَکم'' کی قرأت کا ذکر کیا ہے جو کہ ابن مسعود، مجاہد اور اعمش کی قرأت ہے۔[34]

لیکن اس کی بھی توجیہ ذکر نہیں کی۔

3۔ قراءاتِ مذکورہ کی توجیہ کو کسی اور مقام کی توجیہ پر قیاس کرتے ہیں۔

آپ ایک قرأت ذکر کرتے ہیں اور اس کی توجیہ میں اس ما قبل یا مابعد قرآن کریم کے کسی بھی مقام سے آیت کی قرأت ذکر کر کے زیرِ بحث قرأت کو اس پر قیاس کر لیتے ہیں۔ مثلاً

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"صمّ بکم عمی فھم لا یرجعون"[35]

علامہ ابو سعود اس آیت میں نصب کی قرأت ذکر کرتے ہیں کہ اس کو صمّاً بکماً عمیاً بھی پڑھا گیا ہے یا تو اس وجہ سے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''حمالةَ الحطب'' اور یہاں مخصوص بالذم منافقین ہیں یا مستوقدین ہیں۔ یا پھر نصب ''ترکھم'' میں ضمیرِ منصوب سے حال ہونے کی بناپر دی گئی ہے یا اس کو ''لا یبصرون'' میں مرفوع ہے یا ترکھم کے لیے مفعول ہونے کی بناپر منصوب ہے تو اس صورت میں دونوں ضمیریں مستوقدین کے لیے ہوں گی۔[36]

یہاں علامہ ابو سعود نے صمّاً بکماً عمیاً میں نصب کی قرأت کی توجیہ میں حمالةَ الحطب سے دلیل دی ہے اور اس کو اس پر قیاس کیا ہے کہ یہاں ذم و شتم کا قصد کیا گیا ہے۔ یہ قرأت حضرت ابن مسعود اور ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما کی ہے۔[37]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''قال عیسی ابن مریم اللھم ربنا انزل علینا مائدة من السماء تکون لنا عیدا لاولناوآخرنا وآیة منک

وارزقناوانت خیرالرازقین''[38]

علامہ ابو سعود اس آیت میں جزم کی قرأت ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''تکون کو جواب امر کی وجہ سے جزم کی صورت میں تکن بھی پڑھا گیا ہے جس طرح اس ارشادِ باری تعالیٰ ''فھب لی من لدنک ولیا یرثنی'' میں ہے یہاں یہ قرأت شاذ ہے اور اوپر والی آیت میں متواتر ہے۔''[39]

یہاں علامہ ابو سعود نے تکن کی قرأت متواتر کو جو کہ عبداللہ اور اعمش کی قرأت ہے[40] کو ''فھب لی من لدنک ولیا یرثنی'' کی جزم کی قرأت پر قیاس کیا ہے کہ یرث کے رفع کی بجائے جزم پڑھا گیا ہے اور یہ شاذ قرأت نہیں ہے بلکہ کسائی، زھری، اعمش، قتادہ، ابن محیصن، ابی عمرو، طلحہ اور ابن عیسیٰ کی قرأت ہے جزم فراء کے نزدیک ہے اور رفع دیگر کے نزدیک ہے۔[41]

4۔ مذکورہ قراءات کی توجیہ بالکل نہیں کرتے۔

اس طریقہ میں ابو سعود کسی کلمہ میں مذکورہ قراءات کی کوئی توجیہ نہیں کرتے۔ یہ انداز آپ نے اپنی تفسیر میں کئی مقامات پر اپنایا ہے۔ چند امثلہ درج ذیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ ہُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا اَشَہِدُوْا خَلْقَہُمْ سَتُكْتَبُ شَہَادَتُہُمْ وَ يُسْـَٔلُوْنَ''[42]

علامہ ابو سعود اس آیتِ کریمہ کے متعدد کلمات کی قراءات کا ذکر کیا ہے لیکن کسی کی بھی توجیہ بیان نہیں کی۔ آپ فرماتے ہیں ''ستکتب شھادتھم'' یہ ان کے اعمال کے دیوان میں لکھی جائے گی ''ویسئلون'' اور ان سے پوچھا جائے گا اس کے متعلق قیامت کے دن۔ ''سیکتب'' اور ''سنکتب'' یاء اور نون دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ ایک قرأت ''شھاداتھم'' ہے۔[43]

ہم دیکھتے ہیں کہ ''ستکتب شھادتھم'' جمہور کی قرأت ہے۔[44] لیکن علامہ ابو سعود نے دیگر قراءات بیان کرنے کے باوجود ان کی کوئی توجیہ ذکر نہیں کی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَ ہُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِہٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْہُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْہُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِہَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِہًا وَّ غَیْرَمُتَشَابِہٍاُنْظُرُوْٓا اِلٰی ثَمَرِہٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ یَنْعِہٖاِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ''[45]

علامہ ابو سعود اس آیت میں نخرج منه حباً متراکباً کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نخرج منه یہ خضرا کی صفت ہے اور مضارع کا صیغہ اس صورۃ کو ذہن میں لانے کے لیے ہے جس میں غرابت ہے یعنی کلام یوں ہو گا نخرج من ذلک الخضر ''حباً متراکباً'' سے مراد خوشہ ہے جس میں دانے ایک دوسرے کے اوپر خوبصورت ترتیب سے جڑے ہوتے ہیں۔ نخرج منه حباً متراکباً کی ایک قرأت ''یخرج منه حب متراکب'' بھی ہے۔[46]

علامہ ابو سعود نے پہلی قرأت نخرج منه حباً متراکباً جو کہ جمہور کی قرأت ہے[47] کی کوئی توجیہ نہیں فرمائی۔ اسی طرح دوسری

قرأت "یخرج منه حب متراکب" ذکر کی جو کہ اعمش اور ابن محیصن کی قرأت ہے [48] لیکن اس کی بھی کوئی توجیہ ذکر نہیں کی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیۡهِ تَوَکَّلۡتُ وَ هُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ" [49]

اس آیت کی تفسیر میں آپ فرماتے ہیں کہ "وهو رب العرش العظیم" یعنی ملک عظیم یا اس سے مراد جسمِ اعظم محیط ہے جس سے احکام و مقادیر نازل کیے جاتے ہیں اور اس کو "العظیمُ" رفع کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ [50]

وهو رب العرشِ العظیمِ یہ جمہور کی قرأت ہے۔ [51] جبکہ وهو رب العرشِ العظیمُ کی قرأت یہ عجیب قرأت ہے کیونکہ اس میں العظیم کو اللہ تعالیٰ کی صفت بنایا ہے حالانکہ اس کو عرش کی صفت بنانا زیادہ مناسب ہے۔ [52] بہر حال علامہ ابو سعود نے دونوں قرأتوں میں سے کسی کی بھی توجیہ بیان نہیں فرمائی۔

قراءاتِ قرآنیہ کی توجیہات میں علامہ ابو سعود کے مصادر

علامہ ابو سعود نے قراءاتِ قرآنیہ کی توجیہات کے لیے جن مصادر سے استدلال کیا ہے ان میں قرآن کریم، احادیثِ مبارکہ اور قدیم عربی اشعار شامل ہیں۔ تفسیرِ ابی سعود سے اس کی چند امثلہ درج ذیل ہیں:

قرآن مجید سے استدلال کی مثال

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدۡخِلُهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا لَهُمۡ فِیۡهَاۤ اَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ نُدۡخِلُهُمۡ ظِلًّا ظَلِیۡلًا" [53]

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابو سعود "وندخلهم ظلاظلیلا" کی قرأت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کو یاء کے ساتھ "یدخلهم" بھی پڑھا گیا ہے "سیدخلهم" پر عطف کرتے ہوئے۔ پہلے پر عطف بذات نہیں بلکہ بالعنوان ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "ولما جا ء امرنا نجینا هودا والذین آمنوا معه برحمة منا ونجینا هم من عذاب غلیظ" [54]

مندرجہ بالا تفسیر میں ہم دیکھتے ہیں کہ علامہ ابو سعود عطف بالعنوان کے معنیٰ کو بیان کرنے کے لیے قرآن کریم کی آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

حدیث شریف سے استدلال کی مثال

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَ اِنَّهٗ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوۡنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ" [55]

اس کی تفسیر میں ابو سعود فرماتے ہیں کہ "و انه" ہ ضمیر سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ "لعلم للساعة" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور اس نشانی کو علم کہا گیا ہے کیونکہ ان سے علم حاصل ہوتا ہے یا اس لیے کہ آپ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے، یا آپ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا آپ کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کی دلیل ہے اور یہ وقوعِ قیامت کے عظیم

الشان امور میں سے ہے جس کا انکار کوئی کافر نہیں کر سکے گا۔ایک قرأت ''لَعَلَم'' یعنی علامت بھی ہے اور اس کو ''للعلم'' بھی پڑھا گیا ہے اور ''لذکر'' بھی ایک قرأت ہے اس بنا پر کہ یہ یاد کا باعث ہے جیسے یعلم به علماً کہا جاتا ہے۔حدیثِ شریف میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارضِ مقدسہ کی ایک چوٹی پر اتریں گے جس کو افیق کہا جاتا ہے۔آپ پر زرد رنگ کی دو چادریں ہوں گی اور ہاتھ میں نیزہ ہو گا اس کے ساتھ دجال کو قتل کریں گے۔آپ بیت المقدس آئیں گے اس وقت لوگ صبح کی نماز کی تیاری میں ہوں گے امام پیچھے ہٹ جائے گا اور آپ علیہ السلام امامت کروائیں گے نبی کریم ﷺ کی شریعت کے مطابق نماز پڑھائیں گے پھر خنزیر کو قتل کریں گے صلیب کو توڑیں گے گمراہوں کے عبادت خانے گرائیں گے نصاریٰ کو قتل کریں گے مگر جو ایمان لائیں گے۔ایک قول یہ ہے کہ انه میں ہ ضمیر قرآن کے لیے ہے کیونکہ اس میں قیامت کی نشانیاں ہیں۔[56]

مذکورہ تفسیر میں ہم دیکھتے ہیں کہ علامہ ابو سعود نے چار مختلف قراءات کا ذکر کیا ہے ''لعلم للساعة'' میں علم سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام لیے ہیں یہ جمہور کی قرأت ہے اس کی دلیل میں آپ نے حدیثِ مبارکہ ذکر کی ہے۔

عربی اشعار سے استدلال کی مثال

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا وَ زِيۡنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيۡهِمۡ اَعۡمَالَهُمۡ فِيۡهَا وَ هُمۡ فِيۡهَا لَا يُبۡخَسُوۡنَ''[57]

اس آیت کی تفسیر میں قاضی ابو سعود ''نوف اليهم اعمالهم فيها'' میں فرماتے ہیں کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم دنیا میں ان کے اعمال کے کامل فوائد انہیں دیں گے اور اس کی ایک قرأت ''یوف'' بھی ہے اللہ عزوجل کی طرف نسبت کرتے ہوئے۔''تُوَفَّ'' بھی پڑھا گیا ہے اعمالهم کے رفع کے ساتھ۔اس کی ایک قرأت ''نُوفِي'' تخفیف کے ساتھ بھی ہے اور رفع دیا گیا ہے کیونکہ شرط ماضی ہے جس طرح کسی شاعر کا قول ہے:

و ان اتاه خليل يوم مسغبة

يقول لا غائب مالي ولاحرم۔[58]

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابو سعود نے ''نوف'' کی تین قرأتیں ذکر کی ہیں۔آخری کی توجیہ میں بطورِ دلیل شعر ذکر کیا ہے۔جمہور کی قرأت ''نوف'' ہے۔

اصحابِ قراءات کی طرف نسبت میں علامہ ابو سعود کا اسلوب

علامہ ابو سعود نے قراءات کا ذکر اکثر معانی کو بیان کرنے کے لیے کیا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے قراءات کی نسبت ان کے اصحاب کی طرف کرنے کی جانب خاص توجہ نہیں فرمائی۔اس وجہ سے آپ کی تفسیر پڑھنے والے کو قراءات متواترہ اور شاذہ میں التباس پیدا ہو جاتا ہے۔قراءات کو ذکر کرنے میں آپ نے قرئ یاقراءة من قراء کا استعمال کیا ہے۔اصحابِ قرأت کا ذکر بہت قلیل کیا ہے۔دو ہزار مقامات پر قرئ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ان کی چند امثلہ حسبِ ذیل ہیں۔

قرئ کی مثالیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ''[59]

آپ اس آیت میں لفظ ''غیر'' کی قرأت کے بارے میں لکھتے ہیں ''و قرئ بالنصب علی الحال یعنی غیرَ'' کہ غیر کو نصب کے ساتھ یعنی غیرَ پڑھا گیا ہے اس کا عامل انعمت ہے یا مدح کی وجہ سے منصوب ہے یا استثناء کی بنا پر اس کو نصب دی گئی ہے اگر نعمت کی تفسیر اس طرح کی جائے کہ قلیل چیز بھی اس میں داخل ہو۔[60]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰہِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَ ہٰذَا النَّبِیُّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ''[61]

ابو سعود فرماتے ہیں ''وھذا النبی والذین آمنوا'' قرئ النبی نبی کو نصب کے ساتھ النبیَ پڑھا گیا ہے اتبعوہ کی ضمیر پر عطف کرتے ہوئے اور ابراھیم پر عطف کرتے ہوئے جر کے ساتھ النبیِ بھی پڑھا گیا ہے۔

قراءۃ من قراء کی مثال

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اہْتَدَیْتُمْ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ''[62]

علامہ ابو سعود اس آیت میں لا یضرکم کی تفسیر میں مختلف قراءات کا ذکر کرتے ہیں کہ یا تو یہ جواب امر ہونے کی بنا پر مجزوم ہو گا یا نہی مؤکد ہے راء کو ضمہ دیا گیا ہے ضاد کے ضمہ کی وجہ اور راء کو راء میں ادغام کر دیا کیونکہ اصل میں ''یضررکم'' تھا۔ راء کے فتح کی قرأت اس کی تائید کرتی ہے ''لا یضرَکم'' و قراءمن قراء ''لا یضِرْکم'' ضاد کے کسرہ کے ساتھ اور ضمہ کے ساتھ جیسے لا یضُرْکم اس صورت میں یہ ضارہ یضیرہ سے ہو گا۔[63]

اصحابِ قراءات کی طرف قرأت کی نسبت کی امثلہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُکَ قَوْلُہٗ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ یُشْہِدُ اللّٰہَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِہٖ وَ ہُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ''[64]

اس آیت کی تفسیر میں آپ فرماتے ہیں کہ ''ویشھد اللہ'' پڑھا گیا ہے مافی قلبہ سے مراد یہ کہ جو حقیقت میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرأت اس کی تائید کرتی ہے کہ آپ کے نزدیک کلام یوں ہے ''واللہ یشھد علی ما فی قلبہ'' اس بنا پر کہ ''علی'' کا کلمہ مشہود بہ ہونے وجہ سے اس کے لیے نقصان دہ ہے پس جملہ معترضہ ہو گا اور ایک قرأت ''و یستشھد اللہ'' بھی ہے۔[65]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُہَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُہَا فِی السَّمَآءِ''[66]

قاضی ابو سعود فرماتے ہیں کہ ''اصلها ثابت'' کا معنٰی ''ضارب بعروقه في الارض'' ہے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کو ''كشجرةٍ طيبةٍ ثابتٍ اصلُها'' پڑھا ہے اور جماعت کی قرأت زیادہ قوی اور قرینہ کی وجہ سے زیادہ انسب ہے۔ یعنی اللہ تعالٰی کا فرمان ''وفرعها'' سے مراد اوپر کا حصہ ''في السماء'' آسمان میں ہے سے مراد بلندی کی سمت ہے۔[67]

خلاصہ کلام

علامہ ابو سعود نے تفسیر ''ارشاد العقل السليم الى مزايا الكتاب الكريم'' میں قراءاتِ قرآنیہ کو ذکر کرنے میں ایک مخصوص منہج نہیں اپنایا۔ اس ضمن میں تفسیر کے مطالعہ سے حسبِ ذیل نکات سامنے آئے ہیں:

- اکثر اوقات آپ بعض قراءات کو ذکر کرتے ہیں اور بعض کو ترک کر دیتے ہیں۔ صرف چند ایک مقامات پر تمام قراءات کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی بالکل بھی ذکر نہیں کرتے۔
- جن قراءات کا آپ ذکر کرتے ہیں اکثر بعض کی توجیہ بیان کرتے ہیں اور بعض کی نہیں کرتے صرف چند مقامات ہی ایسے ہیں جن میں آپ نے مذکورہ تمام قراءات کی توجیہ کی ہے۔
- بعض اوقات مذکورہ قراءات کی توجیہ کو کسی اور مقام کی توجیہ پر قیاس کر لیتے ہیں۔
- کبھی قرأت مذکورہ کی کوئی توجیہ ذکر نہیں کرتے۔
- قراءات کی توجیہات میں قرآن کریم، احادیث اور عربی اشعار سے استدلال کرتے ہیں۔
- بیشتر مقامات پر آپ قراءات کی نسبت ان کے اصحاب کی طرف نہیں کرتے صرف چند مقامات پر ہی آپ نے کسی کی طرف قرأت کی نسبت کی ہے۔
- قراءات کا حکم بیان کرتے ہوئے بعض مقامات پر آپ سے تسامح بھی ہوا ہے جیسے کسی قرأت کو آپ نے شاذ قرار دیا ہے لیکن وہ شاذ نہیں ہے یا آپ نے حکم ضعف بیان کیا ہے حالانکہ وہ ضعیف نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ نظر آتی ہے کہ قرآن کریم کے نظم و اسلوب کے سرِّ اعجاز اور بلاغی پہلو کو اجاگر کرنے کی طرف آپ کی زیادہ توجہ رہی اور قراءات کی باریکیوں کی طرف آپ کی نگاہ مبذول نہ ہو سکی۔

CC BY
This work is licensed under a
Creative Commons Attribution 4.0 International Licence.

حواشی و حوالہ جات

[1] عبد العظیم الزرقانی،**مناهل العرفان فی علوم القرآن**،(بیروت:دارالکتاب العربی،1995ء)،ج1،ص336۔

[2] محمد بن اسماعیل البخاری،**الجامع الصحیح**،(ریاض:دار السلام،طبع دوم،1995ء)،رقم الحدیث:4992۔

[3] الزرقانی،**مناهل العرفان**،ج1،ص336۔

[4] طاشکبری زادہ،**الشقائق النعمانیه فی علماء دولة العثمانیه**،(بیروت:دارالکتاب العربی،1975ء)،ص440۔

[5] حاجی خلیفه مصطفیٰ بن عبداللہ،**کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون**،(بیروت:دارالفکر،1981ء)،ج1،ص6۔

[6] احمد بن محمدالمکناسی ابن القاضی،**درة الجمال فی اسماء الرجال**،(القاهرہ:دارالتراث،1970 ء)،ج3،ص305۔

[7] طاشکبری زادہ،**الشقائق النعمانیه فی علماء دولة العثمانیه**،ص440۔

[8] R.C.Repp, **The Mufti of Istanbul**, (London: Oxford University press, 1986), 273.

[9] محمد حسین ذہبی،**التفسیر والمفسرون**،(القاهرہ:دارالکتب الحدیثه،1961ء)،ج1،ص245- 246۔

[10] R.C.Repp, **The Mufti of Istanbul**, 278.

[11] شمس الدین عبدالقادر بن شیخ العیدروسی،**تاریخ النور السافر عن اخبار القرن العاشر**،(بغداد:المکتبه العربیه،1934)ص241۔

[12] علی ابنِ بالی،**العقدالمنظوم فی ذکر افاضل الروم**،(بیروت:دارالکتاب العربی،1975ء)ص441۔

[13] ذہبی،**التفسیر والمفسرون**،ج1،ص347۔

[14] احمد بن محمدالادنروی،**طبقات المفسرین**،تحقیق:سلیمان بن صالح الخزی(المدینه المنورہ:مکتبه العلوم ولحکم،1977ء)،ص131۔

[15] القرآن الکریم 2:117۔

[16] قاضی ابو سعود العمادی،**ارشادالعقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم**، تحقیق:خالد عبد الغنی،(بیروت:دار الکتب العلمیة، 2010ء)،ج1،ص327۔

[17] ابو حیان الاندلسی،**البحرالمحیط**،(ریاض:النصرالحدیثة،1961ء)،ج1،ص364۔

[18] الخطیب،عبداللطیف،**معجم القراءات**،(دمشق:دار سعدالدین،2002ء)،ج1،ص181۔

[19] القرآن الکریم 2:148۔

[20] العمادی،**ارشادالعقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم**،ج1،ص376-377۔

[21] القرآن الکریم 4:164۔

[22] العمادی،**ارشادالعقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم**،ج2،ص463۔

[23] ابو حیان الاندلسی،**البحرالمحیط**،ج3،ص398۔

[24] عبداللطیف الخطیب،**معجم القراءات**،ج2،ص202۔

[25] القرآن الکریم 5:69۔

[26] العمادی،**ارشادالعقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم**،ج3،ص115-116۔

[27] ابو حیان الاندلسی، **البحرالمحیط**، ج3، ص531۔

[28] ایضاً۔

[29] عبداللطیف الخطیب، **معجم القراءات**، ج2، ص320۔

[30] القرآن الکریم 94:6۔

[31] العمادی، **ارشادالعقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم**، ج3، ص287-288۔

[32] ابو حیان الاندلسی، **البحرالمحیط**، ج4، ص182۔

[33] الخطیب، **معجم القراءات**، ج2، ص491۔

[34] ایضاً ج2، ص249۔

[35] القرآن الکریم 18:2۔

[36] العمادی، **ارشادالعقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم**، ج1، ص146۔

[37] عبداللطیف الخطیب، **معجم القراءات**، ج1، ص54۔

[38] القرآن الکریم 114:5۔

[39] العمادی، **ارشادالعقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم**، ج3، ص174۔

[40] الخطیب، **معجم القراءات**، ج2، ص372۔

[41] ابو حیان الاندلسی، **البحرالمحیط**، ج6، ص174۔

[42] القرآن الکریم 19:43۔

[43] العمادی، **ارشادالعقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم**، ج7، ص313۔

[44] ابو حیان الاندلسی، **البحرالمحیط**، ج8، ص10۔

[45] القرآن الکریم 99:6۔

[46] العمادی، **ارشادالعقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم**، ج3، ص282۔

[47] ابو حیان الاندلسی، **البحرالمحیط**، ج4، ص189۔

[48] الخطیب، **معجم القراءات**، ج2، ص498۔

[49] القرآن الکریم 129:9۔

[50] العمادی، **ارشادالعقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم**، ج4، ص356۔

[51] الخطیب، **معجم القراءات**، ج3، ص485۔

[52] ایضاً۔

[53] القرآن الکریم 57:4۔

[54] العمادی، **ارشادالعقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم**، ج2، ص350۔

[55] القرآن الکریم 61:43۔

[56] العمادی، **ارشادالعقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم**، ج7، ص228-229۔

[57] القرآن الکریم 15:11۔

[58] العمادی، **ارشادالعقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم**، ج4، ص215۔

[59] القرآن الکریم 7:1۔

[60] العمادی، **ارشادالعقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم**، ج1، ص68۔

[61] القرآن الکریم 68:3۔

[62] القرآن الکریم 105:5۔

[63] العمادی، **ارشادالعقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم**، ج3، ص157۔

[64] القرآن الکریم 204:2۔

[65] العمادی، **ارشادالعقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم**، ج1، ص446۔

[66] القرآن الکریم 24:14۔

[67] العمادی، **ارشادالعقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم**، ج5، ص24۔